Attribution-NonCommercial 4.0 International (CC BY-NC 4.0)
DOI No. doi.org/10.57156/bazyaft25468260

علم الاشتقاق اور الفاظ سازی کی تکنیک

سیدہ فصیحہ عابد
پی ایچ ڈی سکالر اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد
ڈاکٹر طارق ہاشمی
ایسوسی ایٹ پروفیسر اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

Etymology and the Technique of Word Formation

Syeda Fasiha Abid
Ph.D. Scholar, Urdu Department, GCU, Faisalabad
Dr. Tariq Hashmi
Associate Professor, Urdu Department, GCU, Faisalabad

ABSTRACT:
The term Ishtiqaq (derivation) originates from the Arabic root Shaqq, meaning "to cut," "tear," or "separate." A closely related word, Ishtiq, signifies "to take a portion" or "obtain a part," reflecting the idea of extracting elements from a whole. In linguistic terms, Ishtiqaq denotes the systematic process of forming new words by dissecting or recombining existing lexical units. The resulting word is termed mushtaq (derived), illustrating its connection to the original root. This method of derivation is fundamental in Arabic morphology, enabling the expansion of vocabulary while maintaining semantic and phonetic ties to root words. Interestingly, Ishtiqaq itself exemplifies this process, as it is derived from Shaqq, embodying the very concept it describes—breaking down linguistic components to forge new meanings. Beyond Arabic, this principle resonates in other Semitic languages, highlighting the shared heritage of root-based word formation. Thus, Ishtiqaq serves as both a linguistic mechanism and a metaphor for the dynamic, interconnected nature of language evolution.

Key words: Etymology, Word Formation, Root Words, Lexical Development, Morphology.

لفظ اشتقاق عربی زبان کے لفظ شَق سے نکلا ہے۔ جس کا مطلب ہے کاٹنا، پھاڑنا، جدا کرنا ہیں۔ اس قبیل کا ایک لفظ عربی زبان میں اشتق بھی ہے جس کے معنی ایک ٹکڑا حاصل کرنا یا آدھا حصہ لینے کے ہیں۔یعنی یہ کہا جا سکتا ہے کہ اشتقاق وہ عمل ہے جس میں کسی ایک لفظ کو توڑ کر یا جوڑ کر اس سے نئے الفاظ بنائے جاتے ہیں۔ اگر کوئی لفظ مصدر سے نکلے تو اسے مشتق کہتے ہیں۔ اس طرح یہ کہا جا سکتا ہے، کہ اشتقاق شق سے مشتق ہے۔ نور اللغات میں لفظ اشتقاق کو یوں بیان کیا گیا ہے:

> چیرنا، نکالنا ایک لفظ سے دوسرا لفظ بنانا مشتق کرنا، صیغے نکالنا، کچھ تغیر کر کے اس سے دوسرا کلمہ بنانا، جس کلمے کو بنائیں اسے مشتق اور جس سے بنائیں اسے مشتق منہ کہتے ہیں۔[1]

فرہنگ آصفیہ میں اشتقاق کے حوالے سے مصنف اس طرح رقم طراز ہیں:

> کسی شے کو پھاڑ کر کچھ نکالنا، صرفیوں کی اصطلاح میں مصدر سے اور صیغوں کا نکالنا۔[2]

لفظ " اشتقاق " کو انگریزی میں 'Etymology' (ایٹمولوجی) کہا جاتا ہے۔ چودھویں صدی کے آخر میں یہ لفظ 'Ethimolegia' کے طور پر مستعمل تھا جس کا معنی کسی لفظ کے اصل حقائق کو جاننا تھا۔ یہ قدیم یونانی لفظ 'Etymologia' (ایٹمولوجیا) سے ماخوذ ہے جو خود 'Etymon' (ایٹمون) سے نکلا ہے جس کی اصل 'Etymos' ہے۔ اس کا مطلب " حقیقی مفہوم " یا " سچائی کا مفہوم " اور لاحقہ جو " مطالعہ " یا " منطق " کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ یونانی لفظ 'Eteos' (سچا اور حقیقی) سے جڑا ہوا ہے۔ یہ سنسکرت لفظ 'Satyah' اور گوتھک زبان کے لفظ 'Sunjis' اور قدیم، انگریزی کے لفظ 'Soð' (سچ، حقیقی) کا ہم معنی ہے۔ رومی فلسفی سسرو نے اس کا لاطینی ترجمہ 'Veriloquium' کے طور پر کیا ہے جس کے معنی سچ بولنا کے ہیں۔ ایٹمولیجیکل ڈکشنری آف دی انگلش لینگویج میں اشتقاقی سفر یوں بیان کیا گیا ہے:

"etymology. (F.-L.-GK) F. etymologie, -L. etymologia, Gk ἐτυμολογία, etymology.-Gk- ἔτυμο-s, true, λογία, account, from λεγειν, to speak."[3]

جان پیلیٹس نے لفظ " اشتقاق " کو " مادہ " اور معنی " الگ کرنے " یا " تقسیم کرنے " کے طور پر استعمال کیا ہے "۔ اس کے مطابق، اشتقاق ایک ایسا عمل ہے جس میں کسی لفظ سے نیا لفظ بنانا جائے، یا اُس کے معنی میں تبدیلی کی جائے تاکہ ایک نیا مفہوم واضح ہو سکے۔ انگریزی زبان میں "Derivation" اور "Etymology" کو بھی

اشتقاق کا مترادف سمجھا گیا ہے کیونکہ یہ دونوں الفاظ لفظوں کی جڑوں اور ان کے ارتقاء کا تجزیہ کرتے ہیں۔ اردو لغات میں "اشتقاق "کا استعمال مختلف معنی میں ہوتا ہے۔ عام طور پر اس کا استعمال دو اہم طریقوں سے کیا جاتا ہے:

1. روایتی یا قواعدی استعمال :اس طریقے میں اشتقاق سے مراد ایک لفظ سے دوسرا لفظ بنانا یعنی کسی بنیادی لفظ کی جڑ سے نئے الفاظ کو بنانا۔ مثلاً کتاب سے کتابی یا کامیابی سے کامیاب۔
2. لسانی استعمال :لسانیاتی اعتبار سے اشتقاق کا مطلب ہے کہ زبان میں کسی لفظ کی جڑ کو پہچان کر اُس سے مختلف شکلیں بنائی جائیں جو معانی میں تبدیلی لا سکیں۔

اسی طرح شاعری میں اشتقاق کو بطور صنعت استعمال کیا جاتا ہے اس صنعت میں شعر میں ایسے الفاظ لائے جاتے ہیں جن کا ماخذ ایک ہی ہو اور ان کا استعمال کسی خاص شاعری اثر یا تاثر کے لیے کیا جاتا ہے۔ اس صنعت سے زبان کے حسن اور تاثیر میں اضافہ ہوتا ہے۔ گیان چند جین نے "عام لسانیات" میں علم اللغات اور لفظ اصلیات کے عنوان سے ایک باب تحریر کیا ہے۔ اس باب میں مصنف نے علم الاشتقاق کی اہمیت اور ارتقاء پر تفصیلی بحث کی ہے۔ ان کے مطابق لفظ اصلیات سے مراد "لفظ کی سچائی کو دریافت کرنا "ہے یعنی کسی لفظ کی اصل اس کے ابتدائی معنی اور اس کے ارتقائی مراحل کے متعلق جاننا۔ انھوں نے واضح کیا کہ علم الاشتقاق کی اصطلاح میں گزرتے وقت کے ساتھ تبدیلی آئی ہے۔

یونان اور روم میں علم الاشتقاق کا مطلب صرف الفاظ کے ابتدائی اصلی معنی کی دریافت تھا لیکن بعد ازاں اس سے مراد الفاظ کی اصل یا لفظوں کی تاریخ معلوم کرنا ہو گیا۔ گیان چند جین نے لفظ اصلیات کی اصطلاح کو بطور علم الاشتقاق برتا ہے جس سے مراد کسی بھی لفظ کی تاریخ کا کھوج لگانا ہے۔ اس کے مطابق اشتقاق کا عمل صرف لفظوں کی تاریخ جاننا، ان کے مادے کے بارے میں جاننا نہیں ہے یہ بھی ضروری امر ہے کہ دیکھا جائے کہ کس طرح وقت کے ساتھ ساتھ ان کے استعمال میں بھی تبدیلی آئی ساتھ ہی ساتھ انھوں نے اس بات کی بھی وضاحت کی کہ انگریزی زبان میں اشتقاق کے لیے ایٹولوجی (Etymology) کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

الفاظ سازی کی تکنیک

الفاظ سازی زبان کا ایک اہم تخلیقی پہلو ہے اس تکنیک کے ذریعے نئے الفاظ اور اصطلاحات تخلیق کی جاتی ہیں۔ یہ عمل زبان کے ارتقاء اور ترقی کا ایک لازمی جزو ہے اس عمل میں زبان خود کو اپنے ماحول اور سماجی ضروریات کے مطابق ڈھالتی ہے۔ الفاظ سازی میں مختلف لسانی عناصر جیسے مادہ، سابقے، لاحقے اور دیگر اجزاء کو ملا کر نئے الفاظ بنائے جاتے ہیں۔ جن کے ذریعے نئی معنی کو اخذ کیا جاتا ہے۔

لسانیات میں اس طریقہ کار کو بہت اہمیت حاصل ہے اس کے ذریعے زبان کی تخلیقی صلاحیتوں کو سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے۔ یہ دیکھا جاسکتا کہ زبان سماجی، ثقافتی اور تاریخی تبدیلیوں کے مطابق کس طرح خود کو تبدیل کرتی ہے۔ الفاظ سازی کی تکنیک سے زبان اپنے معنی و مفاہیم کو بڑھاتی ہے نئی جس کے ذریعے سے تجربات، ایجادات، یا رجحانات کو بیان کرنے کے قابل ہوتی ہے۔ اگر جائزہ لیا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ الفاظ سازی زبان کی ترقی اور اس کی دائرہ کار کو وسعت دینے میں الفاظ سازی کا کردار اہم ہے۔

أ) الفاظ سازی کے عوامل

نئے الفاظ تخلیق کرنے میں مختلف طریقے اور تکنیکس استعمال کیے جاتے ہیں۔ ان کے ذریعے مختلف عناصر کو ملا کر الفاظ بنائے جاتے ہیں۔ الفاظ سازی کے دوران زبان کے قواعد، اصولوں، آوازوں کی ترتیب اور الفاظ کے معانی کو مدنظر رکھا جاتا ہے تاکہ نئے بننے والے الفاظ زبان کے صوتی نظام کے مطابق ہوں۔

یہ عمل مختلف طریقوں سے کیا جاتا ہے، جیسے سابقوں اور لاحقوں کو جوڑ کر نئے الفاظ بنانا، دو یا زیادہ الفاظ کو ملا کر مرکب الفاظ بنانا یا موجودہ الفاظ میں تبدیلی کر کے انہیں نئے مفاہیم دینے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ بعض اوقات دیگر زبانوں سے الفاظ مستعار لے کر ان کا استعمال مقامی زبان کے مطابق ڈھالا جاتا ہے۔ ان تمام طریقوں کے ذریعے زبان نہ صرف اپنے ذخیرہ الفاظ کو بڑھاتی ہے بلکہ نئے خیالات اور ضروریات کو بیان کرنے کی صلاحیت بھی حاصل کرتی ہے۔ الفاظ سازی کے عمل میں مندرجہ ذیل عوامل کارفرما ہوتے ہیں۔

أ) الفاظ سازی میں مذاہب کا کردار

کسی بھی معاشرے کی زبان اور ثقافت پر گہرا اثر ڈالنے والا عنصر مذہب ہے۔ یہ عنصر نئے الفاظ کی بنانے اور ارتقا میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ مذہبی عقائد، عبادات، رسم و رواج اور نظریات ایسے مخصوص الفاظ اور اصطلاحات پیدا کرتے ہیں جو کسی زبان کی لغت کو وسیع اور گہرا بناتے ہیں۔ یہ اثر مختلف طریقوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ عربی زبان کو لسانیاتی اعتبار سے سائنٹفک زبان کہا جاتا ہے اس کے باوجود اسلام میں موجود تعلیمات اور حقائق کی وضاحت کرنے سے قاصر تھی۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ بہتر ہو گا کہ نئے خیالات کے لیے پرانا لباس تنگ ہو چکا تھا اس لیے ضرورت اس امر کی تھی کہ نئے کلمات کو بیان کرنے کے لیے نئے لباس کی ضرورت ہے۔ یعنی روحانی شراب کے لیے نیا خم اور نئی سراہیاں درکار تھی اسلام کی امد سے زبان پر کس طرح اثر ہوا اس کی بہترین مثال احمد دین نے دی:

''رسول خدا کے بعثت سے پہلے اللہ کا لفظ اور اس کے مفہوم سے عربوں کی زبان اور ان کے دماغ بالکل ناآشنا تھے ان کی روحانی حالت مختلف معبودوں کی عبودیت کے چکر میں ایک خدا کے خیال سے کہیں دور حیران سرگرادن تھی۔ ظہور اسلام نے خدائے وحدہ لاشریک کی تلقین ان کے ذہن نشین کرنے کے لیے اللہ کا لفظ انہیں بتایا۔''[۲]

لفظ الہ تو پہلے سے موجود تھا اور اس کا مفہوم بھی مختلف صورتوں میں ان سب کے دلوں دماغ میں موجود تھا لیکن اسلام کی تعلیمات نے ان پر اس لفظ کا ایک مخصوص مفہوم واضح کیا جس نے انہیں بتایا کہ حقیقی الہ ایک ہے "اس کی ذات پاک ہے" اس کی کوئی اولاد نہیں ہے۔ نہ ہی وہ کسی کا مولود ہے اور نہ ہی کوئی اس کا ہمسر ہے اور ان تمام صفات کا مالک صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اسلام نے جب ایرانیوں میں نئی روحانی روح پھونکی تو فارسی نے بلا روک ٹوک نئی تعلیمات کے تمام الفاظ اپنی زبان میں شامل کر لیں ان میں کچھ تبدیلیاں حالات کے مطابق کر لیں۔ رسول جو تعلیمات لے کر آئے وہ ایران کے لیے بالکل نہیں تھی ان کے ہاں نیکی اور بدی دو الگ الگ طاقتیں تھیں۔ توحید کا خیال ان کے پاس سرے سے موجود نہ تھا انہوں نے اللہ کی جمالی اور جلالی ناموں کو اپنی زبان میں شامل کر لیا۔ اسلامی تعلیمات اور تہذیب کے زیر اثر دنیا کی متعدد زبانوں نے نہ صرف نئے الفاظ بلکہ اخلاقی، روحانی، اور فکری مفاہیم بھی حاصل کیے۔ یوں اسلام کا زبان پر اثر ایک زندہ اور متحرک روایت کا حصہ بن چکا ہے، جو آج بھی زبانوں کے ارتقا اور تہذیبی تبادلوں کا اہم ذریعہ ہے۔

مذہب نئے تصورات اور خیالات کو متعارف کرواتا ہے، جن کے لیے نئے الفاظ یا اصطلاحات کی ضرورت پڑتی ہے۔ اسلام میں "نماز"، "روزہ"، "زکوٰۃ"، "جہاد" جیسے الفاظ۔ عیسائیت میں "بپتسمہ" (Baptism)، "دعوتِ مسیح"۔ مقدس کتابیں، جیسے قرآن، بائبل، گیتا، اور وید، اپنی زبان اور اصطلاحات کے ذریعے الفاظ کے ذخیرے کو متاثر کرتی ہیں۔

عربی زبان کے الفاظ جیسے "ایمان"، "صبر"، "عدل" اردو اور دیگر زبانوں میں عام ہو گئے۔ بائبل کے ذریعے انگریزی میں ""Hallelujah،Amen"" جیسے الفاظ شامل ہوئے۔ مذہبی عبادات اور رسومات کے لیے مخصوص الفاظ تخلیق کیے جاتے ہیں، جو ان کے مخصوص عمل یا کیفیت کو بیان کرتے ہیں۔ ہندو دھرم میں "پوجا"، "آرتی"، "یجنا"۔ اسلام میں "تسبیح"، "تحمید"، "طواف"۔ مذہب نہ صرف عبادات بلکہ روزمرہ زندگی کی ثقافتی اور سماجی روایات پر بھی اثر انداز ہوتا ہے، جس سے نئے الفاظ جنم لیتے ہیں۔ اسلامی تہذیب میں "عقیقہ"، "خطبہ"، "قربانی"۔ ہندو تہذیب میں "رکشابندھن"، "کرما"۔ مذہبی رہنما اور علمانئے الفاظ اور اصطلاحات متعارف کرواتے

ہیں تاکہ مذہبی تعلیمات کو بہتر انداز میں بیان کیا جا سکے۔ اسلام میں "اجتہاد"، "قیاس"، "فتویٰ"۔ عیسائیت میں "Sacrament، Trinity"۔ مذہب کی وجہ سے بعض الفاظ کا مطلب وسیع یا مخصوص ہو جاتا ہے۔ "نور" اردو میں روشنی کے لیے، لیکن اسلامی سیاق میں اسے روحانی روشنی بھی کہا جاتا ہے۔ "پاپ" (گناہ) ہندی اور دیگر زبانوں میں ایک خاص مذہبی مفہوم رکھتا ہے۔

مذہب علامتی زبان اور استعاروں کی تخلیق کرتا ہے جو شاعری اور ادب میں شامل ہو جاتے ہیں۔ اردو میں "صراطِ مستقیم" (سیدھا راستہ)، "دوزخ" اور "جنت"۔ ہندی ادب میں "موکش" (نجات)، "کرما" (عمل)۔ مذہب زبان کے لیے نہ صرف ایک منبعِ الفاظ فراہم کرتا ہے بلکہ اس کے ذریعے خیالات، جذبات، اور روحانی مفاہیم کو بھی مضبوطی سے جڑ دیتا ہے۔ مذہبی اثرات زبان کو ایک گہرائی اور وسعت دیتے ہیں، جو کسی بھی قوم کی فکری اور روحانی زندگی کو عکاسی کرتے ہیں۔ اس طرح، مذہب الفاظ کی پیدائش اور ان کے ارتقا میں ایک لازمی اور دیرپا کردار ادا کرتا ہے۔

ب) تاریخی اور جغرافیائی عوامل

الفاظ کی پیدائش اور زبان کی تشکیل میں تاریخی اور جغرافیائی عوامل اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ یہ عوامل انسانوں کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو متاثر کرتے ہوئے زبان کے ذخیرۂ الفاظ کو وسیع اور متنوع بناتے ہیں۔ جب ایک قوم یا معاشرہ ترقی کرتا ہے تو اس کے ساتھ ساتھ نئے خیالات، ایجادات، اور سرگرمیاں بھی جنم لیتی ہیں، جنہیں بیان کرنے کے لیے نئے الفاظ تخلیق کیے جاتے ہیں۔ صنعتی انقلاب کے دوران "فیکٹری"، "مشین"، اور "انجن" جیسے الفاظ متعارف ہوئے۔

ج) جغرافیائی دریافتیں

جغرافیائی دریافتوں کے دوران مختلف ثقافتوں اور زبانوں کا ملاپ ہوا جس سے نئے الفاظ وجود میں آئے۔ امریکہ کی دریافت کے بعد "ٹماٹر"، "آلو"، اور "چاکلیٹ" جیسے الفاظ مختلف زبانوں میں شامل ہوئے۔ مختلف خطوں کے موسمی حالات ان خطوں کے مخصوص الفاظ کی تخلیق کا باعث بنتے ہیں۔ برطانیہ میں "Fog" (کہر)، عرب میں "ریگزار"، اور ہمالیہ میں "چوٹیاں"۔ کئی بار کسی خطے، دریا، پہاڑ یا ملک کے نام کو استعمال کرتے ہوئے نئے الفاظ تخلیق کیے جاتے ہیں۔ "چین" سے "چینی"، "ہندوستان" سے "ہندی"، "نیل" سے "نیلا"۔ جغرافیائی لحاظ سے ایک خطے کی تہذیب اور طرزِ زندگی دوسرے خطے پر اثر انداز ہوتی ہے، جس سے الفاظ کا تبادلہ ہوتا ہے۔ ہندی میں "چائے" کا لفظ چینی زبان سے آیا۔ عربی زبان کے الفاظ "صحرا"، "خلیج"، اور "وادی"۔ تاریخ اور جغرافیہ اکثر ایک ساتھ مل کر

الفاظ کی تخلیق میں کردار ادا کرتے ہیں. تجارت کے ذریعے مختلف ثقافتیں اور زبانیں ملتی ہیں، جس سے نئے الفاظ بنتے ہیں۔ "ریشم" اور "مصالحہ" جیسے الفاظ تجارت کی دین ہیں۔ جب لوگ مختلف جگہوں پر جاتے ہیں یا وہاں سے ہجرت کرتے ہیں، تو وہ اپنی زبان اور الفاظ کو ساتھ لے کر جاتے ہیں۔ اردو میں ترک، فارسی، اور عربی کے الفاظ ہجرت کے ذریعے شامل ہوئے۔

تاریخی اور جغرافیائی عوامل زبان کی تخلیق اور ارتقا کے بنیادی ستون ہیں۔ یہ عوامل نہ صرف نئی زبانوں اور ثقافتوں کو جنم دیتے ہیں بلکہ پرانی زبانوں میں نئے الفاظ کے اضافے کا ذریعہ بھی بنتے ہیں۔ انسانی زندگی کے تاریخی واقعات اور جغرافیائی ماحول کا عکس زبان کے الفاظ میں نظر آتا ہے، جو دنیا کی متنوع ثقافتوں اور تہذیبوں کو جوڑنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

د) شاعر الفاظ سازی کا موجب

الفاظ کی تخلیق میں جہاں افراد کی غور و فکر اور عوام کے فطری استعمال کا کردار ہوتا ہے، وہاں ایک اہم اور منفرد مقام شاعر کو حاصل ہے۔ شاعر وہ شخصیت ہے جو اپنی نازک خیالی، بلند پروازی اور خیال آفرینی کے ذریعے زبان کو نہ صرف وسعت عطا کرتا ہے بلکہ نئے الفاظ اور اصطلاحات تخلیق کرنے میں بھی نمایاں کردار ادا کرتا ہے۔ شاعر کی وسط نظری اور حسی شعور اسے اس قابل بناتے ہیں کہ وہ الفاظ کو غیر معمولی خوبصورتی اور گہرائی کے ساتھ پیش کرے۔ وہ زندگی کے عام تجربات، کو اس انداز میں بتاتے ہیں کہ ان میں نئی معنویت پیدا ہوتی ہے۔ شاعری صرف جذبات کا اظہار نہیں بلکہ زبان کی تخلیقی توسیع کا ذریعہ بھی ہے۔

شاعر اپنے خیالات کو نہ صرف منفرد الفاظ میں پیش کرتا ہے بلکہ زبان کے مروجہ قواعد کو بھی چیلنج کرتے ہوئے اسے نئی جہتوں سے روشناس کراتا ہے۔ اس طرح، وہ عوام الناس کے شعور میں ایک نیا زاویہ اور زبان میں ایک نئی توانائی پیدا کرتا ہے۔ شاعر کا یہ کردار زبان کی ترقی اور اس کے تخلیقی امکانات کو بڑھانے میں بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ اسم سے مصدر بنانے کی کوشش شعراکرام ہمیشہ کرتے ہیں۔ اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً سودا نے پتھر سے پتھرانا، لاج سے لجانا وغیرہ۔ اسی قسم کی ایک کاوش ظفر اقبال نے بھی کی۔

"کہاں تک مفت میں رسوایئے گا　　کسی دن تو بغل گیرایئے گا"[5]

اس شعر میں شاعر نے رسوایئے اور گیرایئے کے الفاظ استعمال کیے ہیں اس پوری غزل میں شاعر نے مہنگایئے، اچھایئے، دریایئے وغیرہ جیسے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ اس کے علاوہ سفرا، صفرا، قمرا وغیرہ جیسے الفاظ کا استعمال کیا۔

ہ) تہذیب یافتہ طبقے کا کردار

معاشرتی ضروریات اور سوسائٹی کی ترقی انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں پہلوؤں کو واضح کرتی ہے اور اس امر کے دوران نئے الفاظ وجود میں آتے ہیں۔ یہ الفاظ انسانی ضرورتوں اور وقتی تقاضوں کے تحت پیدا ہوتے ہیں۔ ماضی میں ایسی کئی چیزوں یا تصورات کی ضرورت نہ تھی اس لیے ان کے لیے الفاظ بھی موجود نہیں تھے لیکن جیسے جیسے وقت بدلا، ضرورتوں نے نئے خیالات اور اشیاء کو جنم دیا، اور ان کے اظہار کے لیے زبان میں نئے الفاظ تخلیق کیے گئے۔

مثال کے طور پر اخبار اور روزنامے بھی ان ہی اصولوں کے تحت سامنے آئے، کیونکہ بدلتے حالات میں عوام کو معلومات اور خبروں کی فوری ضرورت محسوس ہوئی۔ اسی طرح نئے الفاظ اکثر سوسائٹی کے کسی خاص گروہ، ان کے حالات، رسم و رواج یا طرزِ زندگی کے اثرات سے تشکیل پاتے ہیں۔ اسی طرح "گھوڑے کا رنگ" جسے ہندوستانی میں "سرنگ" اور پنجابی میں "چنبا یا کا" کہا جاتا ہے فارسی زبان میں اسے "کرتک" کہا جاتا ہے۔ چوں کہ برج بھاشا میں "ک" علامتِ بدی اور "س" علامتِ اچھائی ہے اس لیے اکبر بادشاہ نے اس کا نام "سرنگ" رکھا۔ سنگترہ کو محمد شاہ نے اس کے اچھے رنگ کی وجہ سے رنگترہ کہا۔ یوں نئے الفاظ انسانی فکر اور معاشرتی ترقی کے عکاس بن جاتے ہیں۔

و) پرانی چیزوں کے نئے نام

نئے الفاظ کی تخلیق صرف نئی چیزوں کی ایجاد تک محدود نہیں رہتی، بلکہ بعض اوقات پرانی اشیاء اور تصورات کے لیے بھی نئے ناموں کی ضرورت پیش آتی ہے۔ یہ اس وقت محسوس ہوتا ہے جب معلوم ہو کہ کسی پرانی چیز کا یا تو کوئی مخصوص نام موجود نہیں یا اگر موجود ہے تو وہ کسی اور شے کے ساتھ مشترک ہے، جس سے مغالطے اور الجھنیں پیدا ہوتی ہیں۔

عام طور پر لوگوں کو اس کمی کا احساس تب ہوتا ہے جب وہ اپنی زبان کا دوسری زبانوں کے ساتھ موازنہ کرتے ہیں خاص طور پر ان زبانوں کے ساتھ جو زیادہ وسیع اور ترقی یافتہ ہوتی ہیں۔ ان زبانوں کے وسیع ذخیرۂ الفاظ میں ایسے انمول الفاظ موجود ہوتے ہیں جو مختلف خیالات اور اشیاء کو انتہائی نفاست اور خوبصورتی سے بیان کرتے ہیں۔ مثلاً شہنشاہ جہانگیر نے شراب کو رام رنگی کہا۔ محمد شاہ نے سرخاب کو گلسرہ کہا۔ سعادت علی خان نے بالائی کو ملائی کہا۔ اکبر نے خاک روب کو حلال خور کہا۔

ان مثالوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ پرانی چیزوں کو نئے نام دینا یا ان کے لیے مخصوص اصطلاحات تخلیق کرنا نہ صرف ارتقاو ترقی کے لیے ضروری ہے بلکہ وقتی ضرورت بن جاتا ہے۔

الفاظ سازی کے طریقے

الفاظ سازی زبان کی ارتقائی اور تخلیقی صلاحیت کا ایک اہم جزو ہے۔ یہ عمل مختلف طریقوں سے انجام دیا جاتا ہے۔ بعض اوقات موجودہ الفاظ کو جوڑ کر نئے الفاظ بنائے جاتے ہیں، دوسرے زبانوں سے الفاظ مستعار لینا، یا کسی لفظ میں سابقے اور لاحقے کا اضافہ کرنا۔ الفاظ سازی زبان کی وسعت اور ترقی کے لیے اہم ہے اور نئے تصورات کے اظہار کو ممکن بناتی ہے۔ الفاظ سازی کے لیے مختلف طریقے استعمال کیے جاتے ہیں جن کی تفصیل ذیل میں مو جود ہے۔

اَ) سابقے (Prefixes) اور لاحقے (Suffixes) کا کردار

اردو زبان کی خاصیت یہ ہے کہ یہ ہر زبان کے الفاظ کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے اور انہیں اپنے دائرۂ کار میں شامل کر لیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف زبانوں سے لیے گئے الفاظ وقت کے ساتھ اردو میں اس طرح شامل ہو جاتے ہیں کہ وہ اپنی اصلیت بھول کر اردو کا جزو بنتے ہیں۔ مثلاً "سابقہ" اور "لاحقہ" جیسے اصطلاحات پہلے اردو میں رائج نہیں تھیں۔ لیکن چونکہ یہ الفاظ زبان کے قواعد اور الفاظ سازی کے عمل کو بیان کرنے کے لیے بہت مفید تھے، اس لیے ان کے تراجم کر کے انہیں اردو میں شامل کر لیا گیا۔ اب یہ اصطلاحات اردو زبان میں اتنی جڑ پکڑ چکی ہیں کہ لوگ انہیں اپنی زبان کا ہی حصہ سمجھتے ہیں۔ یہ اردو کی وسعت اور ارتقاء کی خوبصورت مثال ہے۔ سابقے اور لاحقے زبان کے جڑواں الفاظ کے ساتھ مل کر نئے الفاظ تشکیل دیتے ہیں۔

- **سابقے**

سابقے لفظ کے شروع میں آتے ہیں۔ ایسے الفاظ جو کسی کلمے سے پہلے لگائے جائیں تاکہ اس لفظ کے معنی میں اضافہ یا تبدیلی کی جاسکے "سابقہ" کہلاتے ہیں۔ مثلاً، "واقف" کے معنی ہیں جاننے والا، لیکن جب اس کے ساتھ "نا" لگایا جائے تو یہ "ناواقف" بن جاتا ہے، جس کا مطلب ہے نہ جاننے والا۔ یہاں "نا" اصل کلمہ "واقف" لفظ سے پہلے لگا ہے اس لیے اسے "سابقہ" کہا جاتا ہے۔ اس طرح سابقے کا استعمال زبان میں الفاظ کے معانی میں تبدیلی یا نئے الفاظ بنانے کے لیے کیا جاتا ہے۔

با: باعزت، باکمال، باوقار، باذوق، بامقصد، باضابطہ

باز: بازپرس، بازگشت، بازیاب، باریافت

بد: بدنیت، بدصورت، بدروح، بدگمان

بلا: بلاوجہ، بلاناغہ، بلاامتیاز، بلااجازت

- **لاحقے**

لاحقے لفظ کے آخر میں شامل ہوتے ہیں۔ ایسے لفظ جو کسی کلمے کے آخر میں لگا کر معنی میں کچھ اضافہ یا تبدیلی پیدا کی جائے اسے لاحقہ کہتے ہیں۔ مثلاً اگر خوف کے آخر میں لفظ "ناک" لگا دیا جائے تو نیا بننے والا لفظ "خوف ناک" ہو گا۔ "خوف ناک" میں اصل لفظ "خوف" ہے جبکہ "ناک" کا لفظ اصل لفظ کے بعد لگایا گیا ہے اس لیے یہ لاحقہ کہلایا۔ ایک حرف یا چند حروف کا وہ مجموعہ جو کسی بامعنی لفظ کے بعد لگا دینے سے ایک نیا لفظ بن جائے اس کے بعد میں بننے والا لفظ یا حرف "لاحقہ" کہلاتا ہے۔

آرا: گلشن آرا، جہاں آرا، حسن آرا، معرکہ آرا، لشکر آرا

اندیش: خیر اندیش، دور اندیش، بد اندیش، فکر اندیش

انگیز: فرحت انگیز، حیرت انگیز، شر انگیز، فکر انگیز، ولولہ انگیز

افشاں: نور افشاں، زر افشاں، گل افشاں، گوہر افشاں

بردار: علم بردار، فرماں بردار، جہاز بردار

ب) مرکب الفاظ

مرکب الفاظ دو یا دو سے زیادہ آزاد جڑوں کو ملا کر بنائے جاتے ہیں۔ یہ الفاظ عموماً دو مختلف الفاظ کو ملا کر ایک نیا مفہوم پیدا کرتے ہیں۔ مرکب الفاظ وہ الفاظ ہوتے ہیں جو دو یا زیادہ آزاد کلموں کو ملا کر تشکیل دیے جاتے ہیں۔ یہ کلمے اپنی الگ الگ شناخت رکھتے ہیں، لیکن جب ایک ساتھ مل جاتے ہیں تو ایک نیا لفظ بنتا ہے جس کا مطلب مجموعہ یا ایک نیا مفہوم ہوتا ہے یہ مرکب الفاظ الگ الگ بھی استعمال ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر خوبصورت، نیک سیرت، تار گھر، بیل گاڑی وغیرہ۔ بعض اوقات مرکب الفاظ ایسے ہوتے ہیں جن میں سے ایک لفظ بامعنی اور دوسرا بے معنی ہوتا ہے لیکن ان دونوں کے ملنے سے تاکید یا نئے معنی پیدا ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر بات چیت، دانہ دنکا، دوڑ دھوپ وغیرہ۔

ج) مخففات

مخففات ایک اور تکنیک ہے جس میں طویل الفاظ یا جملے کو مختصر کیا جاتا ہے۔ یہ طریقہ کار عام طور پر زبان کے رسمی استعمال میں کیا جاتا ہے تاکہ لکھنے اور بولنے میں آسانی ہو۔ مثال کے طور پر، "Doctor" کو "Dr." اور "Professor" کو "Prof." بنا دیا جاتا ہے۔ یا جیسے ق-م (قبل مسیح)، ص (صفحہ)، یو ایس اے (یونائٹڈ اسٹیٹس آف امریکہ)، ٹی وی (ٹیلی ویژن)۔

د) خلاصی (Portmenseau)

خلاصی میں دو مختلف الفاظ کو ملا کر ایک نیا لفظ بنایا جاتا ہے، جس میں دونوں الفاظ کے کچھ حصے شامل ہوتے ہیں۔ یہ عمل عام طور پر غیر رسمی زبان میں ہوتا ہے اور اس کے ذریعے مختصر اور عام الفاظ بنتے ہیں۔ ایسے الفاظ ابتدا میں دو الفاظ یا مرکب الفاظ پر مشتمل ہوتے ہیں لیکن بعد میں ان الفاظ کو مفرد کے طور پر استعمال کیا جانے لگا۔ ان الفاظ کی بہترین مثال بادشاہت ہے جو بادشاہ اور حکومت کے ملنے سے بنا ہے، "breakfast" اور "lunch" کو ملا کر "brunch" بنایا جاتا ہے اسی طرح ناخدا اپنی ابتدائی شکل میں ناؤ خدا، بھڑ اس کی ابتدائی شکل بھڑنے کی آس ،پیاس کی ابتدائی شکل پینے کی آس وغیرہ۔ ناخدا تھا۔

ہ) مستعاریت

مستعاریت اس طریقے کے ذریعے سے زبان کے لفظی سرمائے میں اضافہ ہوتا ہے۔ یہ ایک ایسا طریقہ کا رہے جس میں ایک زبان دوسری زبان سے الفاظ لیتی ہے اور انہیں اپنے دائرہ کار میں شامل کر لیتی ہے۔ اس بارے میں مصنف لکھتے ہیں:

> زبان چونکہ خلا میں ارتقا پذیر نہیں ہوتی ہے اس لیے اس میں دوسری زبانوں سے ہم آہنگی کے زبردست امکانات ہوتے ہیں۔ زبان کا یہ آپسی "میل جول "،زبان کی "ترقی و ترویج" میں معاون ثابت ہوتا ہے۔ اس میل جول کی وجہ سے دوسری زبان کے الفاظ زبان میں داخل ہو جاتے ہیں۔[۲]

اردو میں مستعاریت کا چلنا بڑھتا جا رہا ہے۔ ہر زبان دوسری زبان سے مختلف ہوتی ہے۔ زبان ترقی کی منازل کو طے کرتے ہوئے اور اخذ و قبول کے عمل سے گزرتی ہے۔ یہ عمل زبانوں کے درمیان ثقافتی اور تجارتی تعلقات کی وجہ سے ہوتا ہے۔ مثلاً انگریزی میں بہت سے الفاظ فرانسیسی، لاطینی، اور عربی زبان سے ماخوذ ہیں، جیسے "café" (فرانسیسی) اور "algebra" (عربی)۔ زبان کے مستعاریت کے عمل میں ذولسانیت اہم کردار ادا کرتی ہے۔

و) ذولسانیت

مستعاریت کے طریقہ کار کے لیے ذولسانیت لازمی عنصر ہے۔ حصولی زبان جب کسی دوسری زبان سے کوئی کلمہ ادھار لیتی ہے تو اس کلمے کو اس کے اصل معنی کے طور پر برتی ہے۔ اکثر مستعار لفظ دوسرے معنی میں بھی برتا جاتا ہے۔ کسی دوسرا معنی میں مستعار لفظ کا استعمال کیا جانا کسی ایک فرد کی غلط فہمی کا نتیجہ ہو سکتا ہے۔ بیان کی گئی

دوسری صورت کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ اس سے اصل الفاظ کا پتہ لگانا ناممکن ہو جاتا ہے۔ مستعاریت کی بہت سی وجوہات ہیں ان میں سے ایک لسانی توقیر، ممنوع الفاظ مستعار لینا، ترجمہ شدہ الفاظ سے مستعار الفاظ لینا وغیرہ۔

حوالہ جات

1. نور الحسن نیر، نور اللغات، جلد اول (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۴ء

2. سید احمد دہلوی، فرہنگ آصفیہ، جلد اول (لاہور: الفیصل ناشران، ۲۰۱۷ء)، ص ۲۶۶

3. Walter W. Skeat, *A Concise Etymological Dictionary of the English Language*,) Oxford: Clarendon Press, 1911), p 172

4. احمد دین، سرگزشت الفاظ (اسلام آباد: پورپ اکادمی، ۲۰۰۸)، ص ۱۶۶۔

5. ظفر اقبال، اب تک کلیات، غزل، جلد اول (لاہور: انتخاب جدید پریس، ۲۰۰۴ء)، ص ۱۵۷۔

6. علی رفاد فتیحی، لفظ سازی (نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اردو ترقی، ۲۰۰۳)، ص ۸۷۔